ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 6, (Nov to Dec 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-VI)urdu-3

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

مہتاب فاطمہ
شعبۂ اُردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ ۔

خواتین افسانہ نگاروں کے ہاں محروم طبقے کی عکاسی سماجی

Mehtab Fatima*
Lecturer, Department of Urdu, GC Women University, Sialkot.
***Corresponding Author:**

The Social Depiction of the Marginalized Class by Female Short Story Writers

In Urdu fiction, female short story writers have moved beyond domestic themes to highlight the struggles of society's marginalized groups. This study examines class stratification, economic disparity, and gender-based exploitation in the works of Altaf Fatima, Khalida Hussain, and Zahida Hina. It analyzes how Altaf Fatima portrays the psychological and social pressures of the lower-middle class; how Khalida Hussain uses symbolism to depict existential alienation and systemic oppression; and how Zahida Hina draws on historical and political consciousness to voice the plight of women, laborers, and victims of poverty and conflict. Through critical and analytical methods, this paper argues that their depiction of the underprivileged transcends mere sympathy, acting as a powerful form of social protest and a call for human dignity.

Key Words: *Urdu Short Story, Female Writers, Marginalized Class, Social Realism, Altaf Fatima, Khalida Hussain, Zahida Hina.*

انسان ایک سماجی مخلوق ہے۔ وہ اکیلا رہ کر اپنی زندگی کی تمام ضرورتیں پوری نہیں کر سکتا۔ اسے خاندان، رشتوں، دوستوں، ہمسایوں اور دوسرے لوگوں کی ضرورت رہتی ہے۔ اسی لیے سماج صرف لوگوں کے ایک جگہ جمع ہونے کا نام نہیں، بلکہ یہ باہمی تعلقات ذمہ داریوں، رسم و رواج اور مشترکہ اقدار سے مل کر بنتا ہے۔ معاشرے میں ہونے والی تبدیلیاں ہر فرد کی زندگی پر اثر ڈالتی ہیں۔ سیاسی حالات بدلیں، معیشت میں اتار چڑھاؤ آئے، تعلیم کے مواقع بڑھیں یا سماجی رویوں میں تبدیلی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 6, (Nov to Dec 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-VI)urdu-3

ماخذ تحقیقی مجلہ

پیدا ہو، ان سب کا اثر عام انسان کے ساتھ ادیب اور فن کار پر بھی پڑتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ ادیب اپنے اردگرد کے حالات کو زیادہ گہرائی سے محسوس کرتا ہے اور اپنے مشاہدات کو تخلیقی انداز میں پیش کرتا ہے۔ادب اپنے زمانے کی زندگی کا آئینہ ہوتا ہے۔ کسی معاشرے میں خوش حالی ہو یا غربت انصاف ہو یا ناانصافی، آزادی ہو یا پابندیاں، ان سب کی جھلک ادب میں کسی نہ کسی صورت ضرور دکھائی دیتی ہے۔ افسانہ اس حوالے سے خاص اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ اس میں زندگی کے عام واقعات، چھوٹے کردار اور روزمرہ مسائل بھی اہم موضوع بن سکتے ہیں۔

الطاف فاطمہ کے افسانوں میں روزمرہ زندگی کے واقعات اور عام لوگوں کے مسائل خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ وہ اپنے کرداروں کو کسی غیر حقیقی دنیا میں نہیں رکھتیں بلکہ انھیں ہمارے آس پاس کے گھروں، گلیوں اور محلوں سے لیتی ہیں۔ ان کے کرداروں کے ذریعے اخلاقی زوال، روحانی کمزوری، اقتدار کے بدلتے انداز، جدید تہذیب کی الجھنیں اور انسانی رشتوں میں پیدا ہونے والی دوری سامنے آتی ہے۔ وہ کہانی کو محض نصیحت کا ذریعہ نہیں بناتیں۔ اس کے بجائے حالات اور کرداروں کو اس طرح پیش کرتی ہیں کہ قاری خود نتیجہ اخذ کر سکے۔ان کی تحریروں کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ وہ سماجی حقیقت کو اپنے ذاتی مشاہدے اور فکری انداز کے ساتھ بیان کرتی ہیں۔ بعض اوقات وہ کسی واقعے کی وضاحت میں زیادہ تفصیل اختیار کر لیتی ہیں۔ کچھ مقامات پر جذباتی انداز بھی غالب آ جاتا ہے۔ اس کے باوجود ان کے افسانوں کی اہمیت کم نہیں ہوتی، کیونکہ ان کے ہاں کسی ایک فرد کا دکھ اکثر وسیع انسانی تجربے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ قاری محسوس کرتا ہے کہ کردار کا مسئلہ صرف اس کی ذاتی زندگی تک محدود نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک پورا سماجی نظام موجود ہے۔الطاف فاطمہ کے ہاں ماضی کی یاد ایک اہم موضوع ہے۔ وہ ماضی کو صرف گزرے ہوئے وقت کے طور پر نہیں دیکھتیں بلکہ اسے موجودہ زندگی کو سمجھنے کا ذریعہ بناتی ہیں۔ ان کی کہانیوں میں ایک ایسی دنیا کی یاد ملتی ہے جہاں رشتوں میں قربت محبت اور خلوص زیادہ محسوس ہوتا تھا۔ اس کے مقابلے میں جدید زندگی کا تیز رفتار معمول، مادیت پرستی اور مسلسل مصروفیت انسان کو ایک دوسرے سے دور کر رہی ہے۔ وہ نئی اور پرانی اقدار کا تقابل کرتے ہوئے یہ سوال اٹھاتی ہیں کہ کیا ہر نئی چیز لازماً بہتر بھی ہوتی ہے؟ جدید ہونا اپنی جگہ اہم ہے، لیکن اگر ترقی کے نام پر انسان اخلاقی ذمہ داری، خلوص اور دوسروں کے احساسات کو نظر انداز

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 6, (Nov to Dec 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-VI)urdu-3

ماخذ تحقیقی مجلہ

کرنے لگے تو یہ ترقی ادھوری رہ جاتی ہے۔ الطاف فاطمہ کے نزدیک معاشرے میں آنے والی تبدیلیوں کو آنکھ بند کر کے قبول نہیں کرنا چاہیے۔ ان کے افسانے قاری کو یہ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ ہم نے سہولتوں کے حصول میں کہیں اپنے بنیادی انسانی تعلقات تو نہیں کھو دیے۔ اس حوالے سے ان کے افسانہ "ننگی مرغیاں "کا اقتباس معاشرتی بے حسی اور انسانی وقار کے مسئلے کی طرف توجہ دلاتا ہے:

> " ارے لوگو سنو !جب تم بے لباسوں کو لبادے اوڑھنے پر آمادہ نہ کرسکو تو اپنی نگاہیں نیچی کرلو۔۔۔ سامنے والی لڑکی کے تن سے دھیرے دھیرے وہ لباس سرک رہا ہے جس پر وہ شرمسار تھی۔ ننگی اور لمبی گردنوں والی برہنہ لاشیں ہی لاشیں۔"[۱]

مصنفہ کا اشارہ صرف کسی ایک کردار کی طرف نہیں بلکہ اس رویے کی طرف ہے جس میں معاشرہ محروم انسانوں کی مدد کرنے کے بجائے انہیں مزید شرمندگی اور بے بسی کا احساس دلاتا ہے۔ اس طرح افسانہ قاری کو اپنی ذمہ داری کا احساس دلاتا ہے۔ اگر کوئی شخص حالات کے باعث کمزور ہو تو اس کی تذلیل کرنے کے بجائے اس کی عزت اور تحفظ کا خیال رکھنا چاہیے۔الطاف فاطمہ کے افسانوں میں مقامی ماحول کی جھلک بہت نمایاں ہے۔ ان کے کرداروں کی زبان، عادات، رہن سہن اور مسائل سے کسی خاص علاقے کی فضا محسوس ہوتی ہے، لیکن ان کے دکھ کسی ایک جگہ تک محدود نہیں رہتے۔ وہ جنگ، ہجرت، غربت، سیاسی بے چینی اور معاشرتی ناانصافی جیسے موضوعات کو انسانی سطح پر پیش کرتی ہیں۔ جنگیں، فلسطینیوں کا المیہ اور کراچی کی بے چینی ان کے ہاں محض تاریخی واقعات نہیں بلکہ عام انسان کی زندگی پر پڑنے والے اثرات ہیں۔ الجزائر کی جمیلہ ہو یا کراچی کی خستہ خانم، ان کے دکھ میں بنیادی انسانی رشتہ موجود ہے۔ان کے افسانوں میں جنگ اور سیاست کا ذکر اس لیے اہم ہے کہ ان واقعات کا سب سے گہرا اثر عام لوگوں پر پڑتا ہے۔ طاقت ور طبقے فیصلے کرتے ہیں، لیکن ان فیصلوں کے نتائج اکثر کمزور لوگوں کو بھگتنا پڑتے ہیں۔ گھر اجڑتے ہیں، خاندان بچھڑتے ہیں اور روزگار کے مواقع ختم ہو جاتے ہیں۔ مصنفہ ان حالات کو کرداروں کی زندگی کے ذریعے دکھاتی ہیں۔ الطاف فاطمہ کے کردار مشکلات سے گزرتے ہیں، لیکن ان میں زندگی کا حوصلہ بھی موجود رہتا ہے۔ وہ حالات کے سامنے کمزور پڑ سکتے ہیں مگر ان کی شخصیت مکمل طور پر ختم نہیں ہوتی۔ ان کے کرداروں میں امید اور بہتر

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 6, (Nov to Dec 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-VI)urdu-3

ماخذ تحقیقی مجلہ

زندگی کی خواہش باقی رہتی ہے۔ یہی پہلو ان کے افسانوں کو محض غم کی داستان بننے سے بچاتا ہے۔ ان کے ہاں مرد اور عورت کے پیچیدہ رشتے، پردیس میں خاندانوں کی دوری اور مشرق و مغرب کے تہذیبی اختلافات بھی اہم موضوعات ہیں۔" ایسی لگتی اڑاری"،" تارِ عنکبوت "اور" وہ جسے چاہا گیا "میں ان موضوعات کو مختلف انداز سے پیش کیا گیا ہے۔الطاف فاطمہ کا اسلوب گفتگو کے قریب محسوس ہوتا ہے۔ وہ کبھی کہانی کا آغاز اچانک واقعے سے کرتی ہیں، کبھی کسی سوال سے اور کبھی ماحول کی تصویر کشی سے۔ بعض اوقات کردار براہِ راست قاری سے بات کرنے لگتا ہے۔ اس انداز سے قاری خود کو کہانی سے الگ نہیں سمجھتا بلکہ اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی شخص سامنے بیٹھ کر اپنا تجربہ سنا رہا ہو۔ ان کے ہاں خود کلامی بھی ملتی ہے، جس میں کردار اپنے آپ سے سوال کرتا اور اپنے ماضی یا حال پر غور کرتا ہے۔ یہ طریقہ کردار کی اندرونی کیفیت کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ان کی زبان میں روزمرہ بول چال کے الفاظ کے ساتھ تشبیہ، استعارہ، تاریخی اور مذہبی حوالے بھی آتے ہیں۔ وہ مختلف زبانوں کے الفاظ کو ضرورت کے مطابق استعمال کرتی ہیں، جس سے کرداروں کی گفتگو زیادہ فطری محسوس ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر تنہائی کو کسی جیتی جاگتی چیز کی طرح پیش کرنا ان کے تخلیقی انداز کی ایک صورت ہے۔ ان کی تحریر میں کبھی مختصر اور سادہ جملے ملتے ہیں اور کبھی طویل جملوں میں کئی خیالات اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ یہی انداز ان کی نثر کو ایک الگ شناخت دیتا ہے۔ان کے افسانوں کے چند اقتباسات ان کے کرداروں کی زبان اور روزمرہ ماحول کو واضح کرتے ہیں:

"مہاراج نے پہلے تو رام چرن کو گالیوں پر دھر لیا۔"[۲]

"بے کل سی ہو کر کسمسائی اور مارے انتظام کے جلدی سے سر پر ڈوبتہ لے لیا۔" [۳]

"رات بھر تو وہی بھیانک خواب اسے دم نہ لینے دیتا جس میں وہ ہر روز یہی دیکھتا اسے بہت سخت پیشاب لگا ہوا ہے۔"[۴]

"کسی بھی کونے سے مچڑی ہوئی ملی ولی سے خالی تیار نیکر گھسیٹی اور اس پر بٹن ٹوٹی اجلی قمیض ڈٹ لی۔"[۵]

الطاف فاطمہ کرداروں کو کسی مصنوعی یا غیر فطری زبان میں گفتگو نہیں کرواتیں۔ ان کے الفاظ سے ان کی معاشرتی حیثیت، رہن سہن اور روزمرہ زندگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 6, (Nov to Dec 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-VI)urdu-3

ماخذ تحقیقی مجلہ

کے کردار قاری کو حقیقی انسان محسوس ہوتے ہیں۔جزئیات نگاری بھی ان کے فن کا اہم پہلو ہے۔ وہ کسی کردار کا حلیہ، لباس، چہرہ اور ظاہری حالت بیان کرتے ہوئے ایسی تفصیلات شامل کرتی ہیں جن سے کردار کا مکمل تصور ذہن میں بن جاتا ہے۔اس سلسلے میں" سلور کنگ "کا اقتباس دیکھیے:

> " اور یہ تھا سلور کنگ، کجھنوے رنگ،غول بیابانی کی سی پیلی گرسنہ اور روٹھی ہوئی نگاہ اور پچکے گالوں والا،لانڈری کی دھلی ہوئی بوسیدہ وردی،سفید ٹینس شو اور پیتل کی چپراس اور طرے دار صافے۔۔۔"[۶]

الطاف فاطمہ کے افسانوں میں امیر گھرانوں کے افراد، مزدور بستیوں کے لوگ، اینگلو انڈین خاندان اور پرانے زمانے کے ملازم سب اپنی اپنی زندگی کے ساتھ موجود ہیں۔ اس طرح ان کے افسانے معاشرے کے مختلف طبقوں کی تصویر پیش کرتے ہیں۔" مہرہ جو پٹ گیا"،" سلو کنگ "اور "سہارا "جیسی کہانیاں مختلف سماجی کرداروں اور ان کے مسائل کو سامنے لاتی ہیں۔الطاف فاطمہ کی کہانیوں میں آغاز اور اختتام کے کئی طریقے ملتے ہیں۔ کبھی وہ قاری کو کسی حیران کن واقعے سے کہانی میں داخل کرتی ہیں اور کبھی ابتدا ہی میں کوئی فلسفیانہ سوال اٹھا دیتی ہیں۔ منظر نگاری کے ذریعے ماحول بنانا، کردار سے براہِ راست گفتگو شروع کروانا اور اختتام کو آغاز سے جوڑ دینا بھی ان کے اسلوب کا حصہ ہے"دیواریں گریہ کرتی ہیں "اور" کہیں یہ پروائی تو نہیں "جیسی تحریروں میں داخلی کیفیت اور یادوں کا بہاؤ خاص طور پر محسوس ہوتا ہے۔ ان کی کہانیوں میں روزمرہ زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بڑی معنویت اختیار کر لیتی ہیں۔ڈاکٹر انوار احمد نے الطاف فاطمہ کے اسلوب کے ایک اہم پہلو کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "ان کے بیش تر افسانوں میں یہی خود کلامی ہے جو ان تخلیقات کو انشائے لطیف بنا دیتی ہے۔"[۷]

الطاف فاطمہ کی تحریروں میں رومانوی احساس اور سماجی حقیقت دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ وہ ایک طرف انسانی رشتوں کی خوب صورتی کو یاد کرتی ہیں اور دوسری طرف ان رشتوں میں پیدا ہونے والی دوری اور ناانصافی کو بھی سامنے لاتی ہیں۔ ان کے افسانے قاری کو یہ سمجھاتے ہیں کہ

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 6, (Nov to Dec 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-VI)urdu-3

ماخذ تحقیقی مجلہ

معاشرے کی اصل تصویر صرف بڑے واقعات سے نہیں بنتی بلکہ عام لوگوں کی زندگی، ان کے چھوٹے دکھ اور روزمرہ تجربات بھی اس تصویر کا حصہ ہوتے ہیں۔

خالدہ حسین جدید اُردو افسانے کی اہم آوازوں میں شمار ہوتی ہیں۔ ان کے افسانوں میں بیرونی واقعات کے ساتھ انسان کی اندرونی دنیا کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ وہ یہ دیکھنے کی کوشش کرتی ہیں کہ انسان دوسروں کے سامنے جو شخصیت پیش کرتا ہے، اس کے اندر حقیقت میں کیا چل رہا ہوتا ہے۔ ان کے کردار بظاہر عام زندگی گزار رہے ہوتے ہیں، لیکن ان کے ذہن میں خوف، الجھن، تنہائی اور شناخت سے متعلق کئی سوال موجود ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی کہانیاں صرف واقعات کا سلسلہ نہیں بلکہ انسانی نفسیات اور احساسات کا مطالعہ بھی ہیں۔خالدہ حسین کے افسانوں میں ایک بنیادی سوال بار بار سامنے آتا ہے :انسان اپنی اصل پہچان کیسے حاصل کرے؟ کیا انسان وہی ہے جو دوسرے لوگ اسے سمجھتے ہیں، یا اس کے اندر کوئی ایسی ذات بھی موجود ہے جسے وہ خود بھی پوری طرح نہیں جانتا؟ اس سوال کے ذریعے وہ شناخت کے مسئلے کو ذاتی اور سماجی دونوں سطحوں پر دیکھتی ہیں۔ گھر، خاندان، معاشرہ اور رشتے ان کی کہانیوں کا حصہ ہیں، لیکن وہ ان موضوعات کو تاریخ، لوک داستانوں اور دیومالائی حوالوں کے ساتھ بھی جوڑ دیتی ہیں۔ اس طرح ان کی کہانیاں عام زندگی سے آگے بڑھ کر وسیع انسانی تجربے کی نمائندگی کرتی ہیں۔ان کے کرداروں کی ایک بڑی مشکل تنہائی ہے۔ یہ تنہائی صرف اس وقت محسوس نہیں ہوتی جب انسان اکیلا ہو، بلکہ کبھی کبھی لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی انسان خود کو دوسروں سے کٹا ہوا محسوس کرتا ہے۔ رشتے موجود ہوتے ہیں، گفتگو بھی ہوتی ہے، لیکن دل کی بات کہنے اور سمجھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ خالدہ حسین اس خاموشی کو اپنے افسانوں میں جگہ دیتی ہیں۔ خالدہ حسین کے افسانوں میں اسی تضاد کو دیکھا جا سکتا ہے۔ باہر کی دنیا ترقی کرتی دکھائی دیتی ہے۔لیکن انسان کے اندر خالی پن، بے معنویت اور جذباتی محرومی موجود رہتی ہے۔ وہ دکھاتی ہیں کہ مادی کامیابی ہر مسئلے کا حل نہیں۔ انسان کو محبت، تعلق، ذہنی سکون اور اپنی ذات کو سمجھنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ان کے کردار مستقبل کے بارے میں بھی غیر یقینی محسوس کرتے ہیں۔ انھیں معلوم نہیں ہوتا کہ آنے والے وقت میں ان کی زندگی کس سمت جائے گی، ان کے رشتے قائم رہیں گے یا نہیں اور ان کے خواب پورے ہوں گے یا نہیں۔ یہ خوف صرف کسی ایک فرد کا نہیں بلکہ جدید انسان کے عمومی تجربے

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 6, (Nov to Dec 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-VI)urdu-3

ماخذ تحقیقی مجلہ

کا حصہ ہے۔ خالدہ حسین اس کیفیت کو فلسفیانہ انداز میں پیش کرتی ہیں، مگر ان کے سوالات زندگی سے الگ نہیں ہوتے۔ وہ عام انسان کے روزمرہ تجربات میں سے ایسے سوال تلاش کرتی ہیں جو ہر دور میں اہم رہتے ہیں۔ان کے ایک افسانے کا اقتباس انسان کی شناخت اور دوسروں کی نظر میں اس کے وجود کے مسئلے کو نمایاں کرتا ہے:

"لوگوں نے ہم کو تخلیق کیا ہے۔ہم دوسروں کی سوچ اور احساس میں زندہ ہیں اور جب دوسرے ہمیں سوچنا محسوس کرنا چھوڑ دیں گے ہم مرجائیں گے۔"[۸]

لوگ ہمیں جس طرح دیکھتے اور سمجھتے ہیں، وہ ہماری شخصیت کے تصور پر اثر انداز ہوتا ہے۔ تاہم یہ سوال بھی اہم ہے کہ کیا انسان کی پوری پہچان دوسروں کی رائے پر منحصر ہونی چاہیے؟ خالدہ حسین کے افسانے قاری کو اسی طرح کے سوالات پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ان کے افسانے "سمندر "کا اقتباس جگہ، یاد اور اپنائیت کے احساس کو بیان کرتا ہے:

"سب سے بڑھ کر میں اس ساحل سے مانوس نہ ہو پایا تھا۔سمندر مجھے عجب سا لگتا تھا۔ اجنبی بالکل غیر ذاتی ۔"[۹]

انسان کی یادیں، بچپن، تجربات اور جذبات کسی مقام کو اپنا بنا دیتے ہیں۔ ایک شخص کے لیے سمندر اجنبی ہو سکتا ہے، جب کہ اپنے شہر کی نہر اس کے دل کے قریب رہتی ہے۔ اس طرح خالدہ حسین عام منظر کے ذریعے اپنائیت، یاد اور شناخت جیسے گہرے موضوعات سامنے لاتی ہیں۔خالدہ حسین کے افسانوں میں عورت کا کردار بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ان کی عورت مادی ترقی کے باوجود ذہنی سکون اور اپنے وجود کی پہچان کے لیے جدوجہد کرتی ہے۔ وہ خاندان کے مختلف رشتوں میں بندھی ہوتی ہے، لیکن اس کے اندر اپنی ذات کے بارے میں سوالات موجود رہتے ہیں۔ وہ سوچتی ہے کہ کیا اس کی شناخت صرف بیٹی، بیوی یا ماں ہونے تک محدود ہے؟ کیا اس کی اپنی خواہشات، خواب اور رائے کی کوئی اہمیت نہیں؟ اس طرح عورت کا مسئلہ صرف معاشی یا گھریلو نہیں رہتا بلکہ اس کی شناخت اور خود مختاری کا سوال بن جاتا ہے۔ خالدہ حسین کی عورت صرف اس صورتِ حال کو برداشت نہیں کرتی بلکہ اس پر سوال بھی اٹھاتی ہے۔ یہی سوال اس کے اندر اپنی پہچان تلاش کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ان کے افسانے" شہر پناہ "کا اقتباس خوف کی ایک خاص کیفیت کو بیان کرتا ہے:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 6, (Nov to Dec 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-VI)urdu-3

ماخذ تحقیقی مجلہ

"۔۔۔دراصل اسے منظر خوف زدہ کرتے تھے حادثے نہیں،کیونکہ منظر تو وجود پانے سے پہلے ہی اس کے ذہن میں موجود ہوتے اور اسے معلوم ہوتا کہ جب وہ باہر کی دنیا میں سامنے آن کھڑے ہوں گے تو کتنے بھیانک ہوں گے۔" [۱۰]

خالدہ حسین اس طرح دکھاتی ہیں کہ انسان بعض اوقات حقیقت سے زیادہ اپنے تصور اور خدشات سے متاثر ہوتا ہے۔ ان کی تحریروں میں ایسے نفسیاتی پہلو عام ہیں جو بظاہر چھوٹے محسوس ہوتے ہیں لیکن کردار کی پوری زندگی پر اثر ڈالتے ہیں۔خالدہ حسین عورت کے روزمرہ معمولات کو بھی اہم ادبی موضوع بناتی ہیں۔ گھر کے کام، خاندان کی ذمہ داریاں اور دوسروں کی توقعات عورت کا زیادہ وقت لے لیتی ہیں۔ وہ صبح سے شام تک مصروف رہتی ہے، لیکن اس کی اپنی ذات کے لیے وقت نہیں نکلتا۔ "آخری سمت"،"ڈولی "اور" مصروف عورت "جیسے افسانوں کے عنوانات ہی عورت کی اس مسلسل جدوجہد کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ان کہانیوں میں عورت کی مصروفیت کے پیچھے چھپی تھکن، بے اطمینانی اور اپنی ذات کو وقت نہ دے پانے کا مسئلہ سامنے آتا ہے۔"مصروف عورت "کا اقتباس اس کیفیت کو نہایت واضح انداز میں بیان کرتا ہے:

"دراصل میں انتہائی عجلت میں ہوں۔آج سے نہیں۔۔۔ ازل سے پہلی سانس سے میں بہت عجلت میں ہوں اس کام کی خاطر جو دراصل مجھے کرنا ہے۔" [۱۱]

اقتباس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عورت کو اپنی زندگی میں صرف دوسروں کے کام پورے کرنے ہیں یا اسے اپنی شخصیت کی تعمیر اور اپنے خوابوں کے لیے بھی وقت ملنا چاہیے؟خالدہ حسین کے افسانوں میں زندگی اور موت کے سوالات بھی اہم ہیں۔ ان کے کردار زندگی کو صرف روزمرہ معمولات تک محدود نہیں سمجھتے بلکہ اس کے مقصد اور انجام کے بارے میں سوچتے ہیں۔ وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ انسان کیوں زندہ ہے، زندگی کی معنویت کیا ہے اور موت کے بعد کیا ہوتا ہے۔ یہ سوالات ان کے افسانوں کو فلسفیانہ گہرائی دیتے ہیں۔ تاہم یہ فلسفہ عام زندگی سے کٹا ہوا نہیں بلکہ کرداروں کے خوف، تجربات اور ذہنی کیفیت سے پیدا ہوتا ہے۔تصوف بھی ان کے ہاں انسانی زندگی سے جڑا ہوا موضوع ہے۔ وہ روحانیت کو صرف رسمی عبادات یا مخصوص ظاہری وضع تک محدود نہیں کرتیں بلکہ اسے انسان کے کردار، صبر، توکل، ایثار اور دوسروں کے دکھ کو سمجھنے سے جوڑتی ہیں۔ ان

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 6, (Nov to Dec 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-VI)urdu-3

ماخذ تحقیقی مجلہ

کے نزدیک اپنے آپ کو پہچاننے کے ساتھ دوسروں کے لیے آسانی پیدا کرنا بھی روحانی تربیت کا حصہ ہے۔ اس طرح وہ روحانی سوالات کو سماجی ذمہ داری سے جوڑ دیتی ہیں۔ ان کے افسانے" جھاڑو "کا اقتباس اس انداز کی مثال ہے:

> "دیکھ بیٹی !مسبب الاسباب سب سے چھپ کر کہیں بیٹھا ہے بندوں کے ساتھ کھیل کھیلتا ہے۔۔۔وپالنہار دیکھتا ہے کہ کون اس پر کتنا توکل کرتا ہے اور ہماری دی ہوئی ہے بُدھی استعمال کرتا ہے۔"[۱۲]

خالدہ حسین کے ہاں روحانیت انسان کو زندگی سے فرار نہیں سکھاتی بلکہ اسے اپنی ذمہ داری سمجھنے اور بہتر کردار اختیار کرنے کی طرف لے جاتی ہے۔ان کے افسانوں میں عام چیزیں بھی علامتی معنی اختیار کر لیتی ہیں۔ مکڑی کا جالا صرف ایک جالا نہیں رہتا بلکہ انسان کی اپنی بنائی ہوئی الجھنوں اور ذہنی پابندیوں کی علامت بن جاتا ہے۔ اسی طرح تنہائی، خاموشی اور بند جگہیں کردار کے اندرونی خوف کو ظاہر کرتی ہیں۔" الاؤ "جیسے افسانے میں بھیڑ کے اندر تنہا رہ جانے کا احساس سامنے آتا ہے۔ خالدہ حسین بتاتی ہیں کہ انسان کی اصل قید بعض اوقات بیرونی حالات سے زیادہ اس کے اپنے خیالات اور خوف ہوتے ہیں۔ان کے کردار خوف اور بے یقینی کا سامنا کرتے ہیں، لیکن وہ اپنی شناخت کی تلاش ترک نہیں کرتے۔ کبھی ماضی کی یادوں سے مدد لیتے ہیں اور کبھی روزمرہ کی کسی معمولی چیز میں زندگی کا نیا مطلب تلاش کرتے ہیں۔ یہی تلاش ان کے افسانوں کو امید کا پہلو دیتی ہے۔ ان کی کہانیاں قاری کو یہ احساس دلاتی ہیں کہ تنہائی اور بے چینی صرف کسی ایک فرد کا مسئلہ نہیں، بلکہ جدید معاشرے میں بہت سے لوگ ان کیفیات سے گزرتے ہیں۔ اپنے احساسات کو پہچاننا اور دوسروں کے تجربات کو سمجھنا ایک دوسرے کے قریب آنے کا راستہ بن سکتا ہے۔

زاہدہ حنا کے افسانوں میں تاریخ، تہذیب اور سماجی زندگی ایک دوسرے سے جڑی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ ان کی کہانیوں میں قدیم اساطیر، تاریخی واقعات اور مختلف تہذیبوں کے حوالے کثرت سے ملتے ہیں۔ وہ یونانی، ایرانی، ہند اسلامی اور ہندی روایتوں سے مواد لیتی ہیں، لیکن ان کا مقصد صرف ماضی کے قصے دہرانا نہیں ہوتا۔ وہ ان حوالوں کے ذریعے آج کے انسان، اس کے مسائل اور اس کے رویوں کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس لیے ان کے افسانوں میں قدیم زمانہ اور موجودہ دور ایک

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 6, (Nov to Dec 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-VI)urdu-3

ماخذ تحقیقی مجلہ

دوسرے کے سامنے آ جاتے ہیں۔زاہدہ حنا کے ہاں فلسفہ اور تصوف کے ساتھ انسانی دکھ کا احساس بھی بہت گہرا ہے۔ ان کے کردار اکثر ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ظلم، جنگ، استحصال اور سماجی ناانصافی کا شکار ہیں۔ ان کی تحریروں میں ان افراد کے لیے ہمدردی موجود ہے جن کی آواز عام طور پر طاقت ور طبقوں کے شور میں دب جاتی ہے۔ صحافت سے وابستگی اور عملی مشاہدے نے بھی ان کے افسانوں کو سماجی اور عالمی حالات سے قریب رکھا ہے۔ وہ کسی ایک شہر یا ملک کے مسائل تک محدود نہیں رہتیں بلکہ دنیا کے مختلف خطوں میں موجود محروم انسانوں کی حالت پر توجہ دیتی ہیں۔ان کے افسانوں میں جنگ اور طاقت کے استعمال پر تنقید نمایاں ہے۔ ان کے نزدیک ہر انسان کی جان اور عزت اہم ہے، خواہ اس کا تعلق کسی بھی قوم، مذہب یا ملک سے ہو۔" رقص بسمل ہے "جیسی تحریروں میں ظلم اور جبر کے خلاف احتجاج اسی انسانی احساس سے پیدا ہوتا ہے۔زاہدہ حنا عالمی طاقتوں کے تسلط اور کمزور قوموں کے استحصال پر بھی تنقید کرتی ہیں۔ ان کی تحریروں میں امریکہ کی جارحانہ پالیسیوں اور جنگوں کے اثرات کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے افسانوں میں جنگ کے متاثرین کی بے بسی اور ان کے انسانی حقوق کی پامالی نمایاں ہوتی ہے۔ اس تنقید کا بنیادی مقصد کسی قوم کے عام لوگوں سے نفرت نہیں بلکہ طاقت کے غیر منصفانہ استعمال اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تباہی کو سامنے لانا ہے۔ان کے ہاں فلسطین، کشمیر، میانمار اور دنیا کے دوسرے خطوں میں موجود مسلمانوں کے مسائل بھی موضوع بنتے ہیں۔ وہ مسلم معاشروں کی خاموشی اور باہمی بے تعلقی پر سوال اٹھاتی ہیں۔زاہدہ حنا کی تاریخ سے دلچسپی ان کے افسانوں کو ایک خاص وسعت دیتی ہے۔ وہ بابل، ایران اور ہندوستان کی قدیم تہذیبوں کے واقعات کو اس طرح بیان کرتی ہیں کہ قاری ماضی کو ایک زندہ تجربے کے طور پر محسوس کرنے لگتا ہے۔ ان کے لیے تاریخ محض گزرے ہوئے واقعات کا ذخیرہ نہیں بلکہ حال کو سمجھنے کا ذریعہ ہے۔ ماضی کے حکمرانوں، جنگوں، تہذیبی عروج اور زوال کا مطالعہ آج کے سیاسی اور سماجی حالات پر غور کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اس طرح وہ مختلف زمانوں کے درمیان ایک فکری رشتہ قائم کرتی ہیں۔ان کے افسانے" صرصر بے اماں کے ساتھ " کا اقتباس تاریخ اور قدیم تہذیبی روایت سے ان کی وابستگی کو ظاہر کرتا ہے:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 6, (Nov to Dec 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-VI)urdu-3

ماخذ تحقیقی مجلہ

"۔۔۔میرا جی چاہتا ہے کہ میں سیاہ دیواروں والے اس حجرے میں قدم رکھوں
اور اس درخشاں آگ کے سامنے جھک جاؤں،پھر زرتشت بہ ام پژود کی زبان
میں کہوں،یکے تازہ کن قصہ زرہ تشت، بہ نظم دری و بہ خط درشت ۔"[۱۳]

زاہدہ حنا کی تحریروں کو سمجھنے کے لیے بعض اوقات تاریخی اور تہذیبی معلومات کی ضرورت پڑتی ہے، کیونکہ وہ ایک واقعے کو کئی زمانوں اور روایتوں سے جوڑ دیتی ہیں۔فلسفہ اور تصوف کے موضوعات بھی زاہدہ حنا کے افسانوں میں اہم ہیں۔ وہ دنیا کی ناپائیداری زندگی اور موت، جدائی اور وصال جیسے سوالات کو مختلف زاویوں سے دیکھتی ہیں۔ ان کے ہاں دنیا ایک ایسی جگہ ہے جہاں ہر چیز وقت کے ساتھ بدلتی اور ختم ہوتی ہے۔ انسان جن لوگوں، جگہوں اور چیزوں کو اپنا سمجھتا ہے، وہ بھی ایک دن اس سے جدا ہو سکتی ہیں۔ یہ احساس ان کی تحریروں میں اداسی پیدا کرتا ہے، لیکن وہ صرف مایوسی پر بات ختم نہیں کرتیں۔ ان کے ہاں اس بے ثباتی کے اندر زندگی کے معنی تلاش کرنے کی کوشش بھی موجود ہے۔ان کے ایک افسانے کا اقتباس فنا اور وقت کے گزرنے کے احساس کو بیان کرتا ہے:

"تمام سائے،ہیولے معدوم ہو گئے ہیں ہم تو جیسے یہاں کے تھے ہی
نہیں۔فراق،وصال، موت زندگی سب رائیگانی ہے۔تمام ہجرتیں رائیگانی ہیں۔"[۱۴]

اس اقتباس میں ماضی کے کرداروں اور وقت کے گزر جانے کا احساس نمایاں ہے۔ انسان کو اپنی موجودگی عارضی محسوس ہوتی ہے اور وہ سوچتا ہے کہ وقت کے ساتھ نام، رشتے اور یادیں بھی مٹ سکتی ہیں۔ زاہدہ حنا اس احساس کو زندگی کی معنویت کے سوال سے جوڑتی ہیں۔ ان کے نزدیک فنا کا ادراک انسان کو زندگی کے بارے میں زیادہ سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔زاہدہ حنا کے افسانوں میں کئی فنی خصوصیات بھی نمایاں ہیں۔ ان کی کہانیوں کا آغاز اکثر کسی فلسفیانہ خیال یا تاریخی اشارے سے ہوتا ہے۔ وہ معمولی تفصیلات کے ذریعے کرداروں کو حقیقی بناتی ہیں۔ان کی تحریروں میں امن اور محبت کا پیغام جب ظلم کے خلاف احتجاج میں بدلتا ہے تو بعض اوقات جذباتی شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ شدت ان کے انسانی درد اور ناانصافی کے خلاف ردعمل کا اظہار ہے۔زاہدہ حنا کے افسانوں میں بادشاہوں اور فتوحات کی روایتی تعریف پر بھی سوال اٹھایا گیا ہے۔ وہ اس بات پر توجہ دلاتی ہیں کہ

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 6, (Nov to Dec 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-VI)urdu-3

ماخذ تحقیقی مجلہ

تاریخ میں کسی فتح کو صرف کامیابی کے طور پر دیکھنا کافی نہیں، کیونکہ اس کے ساتھ عام لوگوں کی محرومی، بھوک اور تباہی بھی جڑی ہو سکتی ہے۔ ان کے افسانے" جاگے ہیں خواب میں "کا اقتباس اسی نقطۂ نظر کو سامنے لاتا ہے:

"۔۔۔ہر فتح اپنے دامن میں ناانصافی، بھوک ، قتل و غارت کو سمیٹے آتی ہے۔پانچ ہزار برس پہلے کا منش ہو یا آج کا بش سب ہی کے ہاتھ خون میں ڈوبے ہوئے ہیں۔" [۱۵]

کسی حکمران کی کامیابی یا سلطنت کے پھیلاؤ کو اس وقت تک مکمل طور پر نہیں سمجھا جا سکتا جب تک یہ نہ دیکھا جائے کہ اس عمل میں عام لوگوں نے کیا قیمت ادا کی۔ زاہدہ حنا کی تحریروں میں طاقت اور اقتدار کے ساتھ انصاف اور انسانی حقوق کا سوال ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ان کے افسانے "منزل ہے کہاں تیری "کا اقتباس معاشرے میں بڑھتی ہوئی نفرت اور انسان کی بے قدری کو بیان کرتا ہے:

"نفرتوں کے اسٹاک ایکسچینج میں بھاؤ بڑھ رہے تھے۔۔۔" [۱۶]

جب معاشرے میں نفرت، تشدد اور مفاد پرستی عام ہو جائیں تو انسان کے رشتے اور زندگی کی اہمیت کم ہونے لگتی ہے۔ زاہدہ حنا کا افسانوی احتجاج اسی بے حسی کے خلاف ہے۔زاہدہ حنا کی نثر میں شاعرانہ کیفیت بھی پائی جاتی ہے۔ ان کے جملوں میں لفظوں کی ترتیب، آواز اور روانی خاص اہمیت رکھتی ہے۔ وہ ہندی، فارسی، پنجابی اور اُردو کے مختلف رنگوں کو اپنی زبان میں جگہ دیتی ہیں۔ بعض جملے اپنے اندر شعری آہنگ رکھتے ہیں، جس سے تحریر میں موسیقیت پیدا ہوتی ہے۔ ان کا ایک اقتباس اس اسلوب کی مثال ہے:

"ہوائیں اور فضائیں اجنبی، چہروں سے شناسائی نہیں لفظوں سے آشنائی نہیں۔۔۔" [۱۷]

اساطیر اور تاریخی استعارے ان کے ہاں محض آرائش نہیں بلکہ جدید مسائل کو وسیع تناظر میں دیکھنے کا ذریعہ ہیں۔ البتہ ان کے اسلوب کی تہہ داری ہر قاری کے لیے یکساں آسان نہیں۔ بعض جگہ تاریخی حوالوں اور علامتوں کو سمجھنے کے لیے اضافی مطالعے کی ضرورت پڑتی ہے۔زاہدہ حنا کے فن

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 6, (Nov to Dec 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-VI)urdu-3

ماخذ تحقیقی مجلہ

پر تنقیدی رائے بھی سامنے آئی ہے۔ انیس ناگی ان کے افسانوں کے موضوع اور ہیئت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "زاہدہ حنا کے سائے بھی ہیئت اور موضوع کے اعتبار سے ایک حد تک آج کل کی این جی اوز کے منشور سے ملتے جلتے ہیں۔"[۱۸]

زاہدہ حنا کے افسانوں کو سمجھنے کے لیے ان کے انسانی اور سماجی پیغام کے ساتھ ان کی فنی ساخت اور علامتی انداز کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ان کی کہانیوں میں راوی اکثر پہلی شخصی انداز میں بات کرتا ہے۔ اس انداز سے کہانی کسی ڈائری، خط یا ذاتی گفتگو جیسی محسوس ہوتی ہے۔" نا کجا آباد "میں سوانحی یادوں کا رنگ ہے، جب کہ" زیتون کی ایک شاخ "میں خط نگاری کے ذریعے جذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔ طور پر زاہدہ حنا کی افسانہ نگاری تاریخ اور حال، مشرق اور مغرب، مختلف تہذیبوں اور انسانی تجربات کو ایک دوسرے سے جوڑتی ہے۔ ان کے ہاں محروم طبقے کا مسئلہ صرف مقامی غربت یا کسی ایک معاشرتی خرابی تک محدود نہیں بلکہ عالمی طاقت، جنگ استحصال اور انسانی حقوق کے وسیع سوالات سے جڑ جاتا ہے۔ ان کی تحریریں قاری کو تاریخ پر نئے زاویے سے غور کرنے اور ہر انسان کے دکھ کو اہم سمجھنے کی دعوت دیتی ہیں۔

الطاف فاطمہ، خالدہ حسین اور زاہدہ حنا کے علاوہ بھی اُردو کی کئی خواتین افسانہ نگاروں نے محروم طبقوں کی زندگی کو اپنے افسانوں میں جگہ دی ہے۔ ان کے افسانوں میں عورت کی سماجی اور صنفی شناخت، غریب طبقے کی مشکلات اور معاشرتی تضادات کی عکاسی ملتی ہے۔ ان تحریروں میں روزگار کی غیر یقینی صورتِ حال، معاشی تنگی، طبقاتی فرق اور عورت کے ساتھ روا رکھے جانے والے امتیازی سلوک کی جھلک ملتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ الطاف فاطمہ، ننگی مرغیاں، مشمولہ، جب دیواریں گریہ کرتی ہیں، شہر زاد، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۳۱
۲۔ الطاف فاطمہ، چراواہا، مشمولہ، جب دیواریں گریہ کرتی ہیں، ص ۳۶
۳۔ الطاف فاطمہ، وہ جسے چاہا گیا، مشمولہ، وہ جسے چاہا گیا، دی سمیع سنز پرنٹرز، کراچی، ۲۰۰۴ء، ص ۲۴
۴۔ الطاف فاطمہ، آنے والی ہے، مشمولہ، وہ جسے چاہا گیا، ص ۴۲

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 6, (Nov to Dec 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-VI)urdu-3

ماخذ تحقیقی مجلہ

۵۔ ایضا، ص ۴۳

۶۔ الطاف فاطمہ، سلور کنگ، مشمولہ، وہ جسے چاہا گیا، ص ۹۷

۷۔ انوار احمد، ڈاکٹر، الطاف فاطمہ اپنی ہی اٹھائی دیواروں کا گریہ، مشمولہ، اُردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، مقتدرہ قومی زبان، س-ن، ص ۱۶۵

۸۔ خالدہ حسین، ایکشن ری پلے، مشمولہ، دروازہ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۲۹۶

۹۔ خالدہ حسین، سمندر، مشمولہ، دروازہ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۲۷۳

۱۰۔ خالدہ حسین، شہر پناہ، مشمولہ، پہچان، فیروز سنز لمیٹڈ، کراچی، ۱۹۸۱ء، ص ۲۵

۱۱۔ خالدہ حسین، مصروف عورت، مشمولہ، مصروف عورت، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۸۷-۸۸

۱۲۔ خالدہ حسین، جھاڑو، مشمولہ، ہیں خواب میں ہنوز، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۴۲۹

۱۳۔ زاہدہ حنا، صرصر بے اماں کے ساتھ، مشمولہ، تتلیاں ڈھونڈنے والی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۵۱

۱۴۔ زاہدہ حنا، ص ۶۹

۱۵۔ زاہدہ حنا، جاگے ہیں خواب میں، مشمولہ، رقص بسمل ہے، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۷۳

۱۶۔ زاہدہ حنا، منزل ہے کہاں تیری، مشمولہ، رقص بسمل ہے، ص ۲۵

۱۷۔ زاہدہ حنا، آنکھوں کو رکھ کر طاق پر دیکھا کرے کوئی، مشمولہ، رقص بسمل ہے، ص ۱۹

۱۸۔ انیس ناگی، پاکستانی اُردو ادب کی تاریخ، جمالیات، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۲۲۴